

## تفسیر القرآن بالقرآن و السنة

## تفسیر مفتی محمد عبدہ کا اختصاصی مطالعہ

عائشہ جبیں \*

ثمینہ سعدیہ \*\*

قرآن مجید بلاشبہ آخری آسمانی صحیفہ ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ یہ کتاب عظیم شریعت اسلامیہ کا مصدرِ اول، انسانیت کے لئے تاقیامت سرچشمہ ہدایت، مکمل دستورِ عمل اور علم و حکمت کا منبع ہے۔ حیاتِ ارضی و اخروی میں سعادت و نجات اس کتابِ عظیم پر ایمان و عمل سے مشروط ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانیت تک اس کتابِ حکمت کے الفاظ، اور ان کا تلفظ، آیات اور ان کے معانی و مفہوم اپنے محبوب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے منتقل کئے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾<sup>۱</sup>

اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو۔  
﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾<sup>۲</sup>

اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں (اللہ کی) کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

گویا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے اولین معلم، مفسر، شارح و ترجمان ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مفسر و معلم قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین شاگرد، جنہوں نے قرآن کریم کی تلاوت، اس کا علم، فہم اور عمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کی تعلیم دینے کا جو اہتمام فرماتے تھے اسے درج ذیل حدیث مبارکہ کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کی ایک آیت کا مفہوم، دوسری

\* پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان

\*\* اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

آیات کی روشنی میں سکھایا، جب آیت کریمہ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾<sup>۳</sup> میں ظلم کے لفظ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشان ہو گئے کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے ظلم نہ کیا ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ أَظْلَمُ عَظِيمٌ﴾<sup>۴</sup>۔

یوں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس جانب رہنمائی فرمائی کہ آیات قرآنیہ کی معرفت و وضاحت کے لئے دیگر آیات کریمہ پر غور کرنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول و فعل سے بھی آیات کے معانی و مفاہیم کی وضاحت فرماتے۔ مثلاً یہ

حدیث مبارکہ ملاحظہ کیجیے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ: {يَوْمَئِذٍ تُخَدِّثُ أَخْبَارَهَا} قَالَ ((أَتَدْرُونَ مَا أَخْبَارُهَا؟)) قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرِهَا، تَقُولُ: عَمِلَ كَذَا كَذَا وَكَذَا، فَهَذِهِ أَخْبَارُهَا)).<sup>۵</sup>

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یہ آیت ﴿يَوْمَئِذٍ تُخَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾ تلاوت کر کے فرمایا: جانتے ہو کہ زمین کا خبر دینا کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اس کا خبر دینا یہ ہے کہ ہر مرد اور عورت نے جو اس پر عمل کئے ہوں گے وہ ان پر گواہی دے گی۔ زمین کہے گی کہ فلاں نے مجھ پر یہ عمل کیا فلاں نے مجھ پر یہ کام کیا، تو بس یہی اس کا خبر دینا ہے۔

اس طرح نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے تفسیر قرآن کے دو بنیادی مصادر اور اصول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے متعین ہو گئے ایک تفسیر القرآن بالقرآن اور دوسرا تفسیر القرآن بالسنة۔

اس کی ایک مثال محرمات نکاح ہیں، آیت ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾<sup>۶</sup> میں نکاح کے لئے بغیر کسی تخصیص کے مطلقاً عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر سورۃ النساء کی اس آیت ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّائِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِكُمُ اللَّائِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّائِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَخَالَاتُكُمُ أَبْنَاءُكُمْ

الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ يَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا<sup>۹</sup> سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد محرمات نکاح کی مزید وضاحت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے ہوتی ہے: "لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا۔"<sup>۱۰</sup>

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کا علم و فہم آگے منتقل کیا۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فیضانِ نبوت سے براہِ راست مستفید ہونے کے سبب دین کے عارف اور شریعت کے عالم ہیں نیز وہ نزولِ قرآن کے وقت، حالات، وقائع و قرائن کے بھی شاہد ہیں اس لئے انہوں نے تعلیمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، روحِ شریعت اور دین کی مجموعی تعلیمات کی روشنی میں آیات کے معانی و مفاہیم بیان کرنے کے ساتھ ساتھ متعدد مسائل میں اجتہاد بھی کیا۔ عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ان کے چشمہٴ علم و فضل سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر کے آگے منتقل کرنے والے حضرات تابعین کرام ہیں۔ تابعین نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اخذ کردہ منہج پر قرآن کریم کی تفسیر بیان کی۔ اس طرح تفسیرِ قرآن کا یہ مبارک سلسلہ جو عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوا اس کے بعد عہد بہ عہد آگے بڑھتا رہا ہے۔ علمائے کرام نے ہر دور کے حالات اور تقاضوں کے مطابق عوام الناس کی رہنمائی کے لیے قرآنی تعلیمات کی وضاحت احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں پیش کی۔ اور انہوں نے پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد بھی کیا، قرآن و سنت ہی ان کی اجتہادی آرا کا ماخذ و مصدر رہے۔ مثلاً امام رازی<sup>(م۔ ۶۰۴ھ)</sup> نے تفسیرِ مفاتیح الغیب، ابو حیان اندلسی<sup>(م۔ ۵۴۷ھ)</sup> نے تفسیر البحر المحیط فی علم النفسیر اور علامہ آلوسی بغدادی<sup>(م۔ ۱۲۷۰ھ)</sup> نے تفسیر روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی میں اور دیگر مفسرین نے بکثرت مقامات پر متعدد مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔

بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں عربی زبان میں لکھی گئی جو تفاسیر منصہ شہود پر آئیں ان میں مفتی محمد عبدہ<sup>(۱۸۴۹ء - ۱۹۰۵ء)</sup> کی تفسیر المنار اور تفسیر جزء عم خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ کیونکہ محمد عبدہ نے جن اصولِ تفسیر کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن کریم کی تفسیر کی ہے وہ ائمہ اسلاف کے ہاں مروجہ و مسلمہ اصولِ تفسیر سے مختلف ہیں۔ مفتی محمد عبدہ مملکتِ مصر کے نمایاں مصلح اور مفکر ہیں۔ جامع الازہر سے سندِ عالمیت حاصل کرنے کے بعد اسی جامع میں تدریس سے وابستہ ہوئے۔ زمانہ طالب علمی میں ان کی ملاقات علامہ جمال الدین افغانی سے ہوئی، جن کے خطبات و افکار سے متاثر ہو کر محمد عبدہ نے مستقل طور پر ان کی شاگردی اختیار کر لی۔ اس وقت مصر، مغربی طاقتوں کے حریفانہ مقابلوں کا مرکز بنا ہوا تھا جس کے نتیجہ میں ۱۸۸۲ء میں برطانیہ مصر پر قابض ہو گیا۔

۱۸۹۹ء میں محمد عبده کو سرکارِ مصر نے مملکت کا مفتی مقرر کیا۔ ۱۸۹۹ء میں ہی انہوں نے الازہر میں تفسیری دروس کا سلسلہ شروع کیا۔ محمد عبده کے شاگرد، رشید رضا ان دروس کو تحریر کرتے اور استاد کو ترمیم و اصلاح کے لئے پیش کرنے کے بعد مجلۃ المنار میں شائع کرتے۔ یہ تفسیر ابھی سورۃ النساء ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا﴾ تک ہوئی تھی کہ محمد عبده کا انتقال ہو گیا۔ محمد عبده کی وفات کے بعد اس مجلہ میں رشید رضا نے تفسیر کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا جو ابھی سورۃ یوسف تک پہنچا تھا کہ ۱۹۳۵ء میں رشید رضا کا بھی انتقال ہو گیا۔ محمد عبده نے قرآن کی تفہیم و تفسیر کے لیے جن امور کو اہمیت دی ہے انہیں رشید رضا نے اپنے استاد کے تفسیری دروس قلمبند کرتے ہوئے تفسیر المنار کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے۔ مقدمہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر قرآن کے لیے محمد عبده نے درج ذیل نکات کو مرکزی حیثیت دی ہے:

• قرآن مجید میں براہِ راست تدبر و تفکر کے ذریعہ آیات کے معانی تک رسائی اور ان کا بیان کرنا تفسیر قرآن ہے۔

• مفسر کے لئے مفردات و اسالیب قرآن کا فہم، تاریخ انسانی اور بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اقوام عالم (عرب وغیرہ) کے حالات، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا علم ہونا۔

• عربی زبان کی معرفت اور اس پر کامل عبور ہونا۔

• مفردات قرآن کے فہم کے لئے عربی لغت اور نظم آیات میں غور و فکر کرنا۔

• اسالیب قرآن کے فہم کے لئے عربی لغت اور قرآن میں تدبر و تفکر۔

• فہم آیات اور بیانِ تفسیر کے لئے کتبِ تفسیر میں مذکور اقوال کی طرف رجوع کے بجائے اپنی عقل کو استعمال کرنا۔

محمد عبده نے تفسیر قرآن کے لئے احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت و ضرورت کا ذکر نہیں کیا لہذا کہا جاسکتا ہے کہ وہ بحیثیت ایک اصول و قاعدہ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر قرآن کو بالعموم ضروری نہیں سمجھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے اقوال و آثار کو بھی محمد عبده نے تفسیر قرآن کے لئے ضروری شرائط اور ماخذ میں شامل نہیں کیا۔<sup>۳</sup>

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی محمد عبده کی نظر میں تفسیر کا اصل الاصول عقلِ انسانی ہے۔ سطور ذیل میں تفسیر القرآن بالقرآن و السنة کے بارے میں محمد عبده کے موقف و منہج کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

## تفسیر القرآن بالقرآن اور مفتی محمد عبدہ:

محمد عبدہ نے اپنی تفسیر میں آیات کی تشریح و توضیح دیگر آیات کی روشنی میں بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ مثلاً سورۃ النباء آیت ﴿وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا﴾<sup>۱۳</sup> کی تفسیر آیات ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾<sup>۱۵</sup> ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾<sup>۱۶</sup> ﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ﴾<sup>۱۷</sup> کی روشنی میں کرتے ہیں کہ جس روز نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا آسمان بھی اپنی موجودہ طبعی صورت اور ہیئت کھودے گا۔ کوئی آسمان ہی نہ رہے گا جس پر ستاروں کا نظام قائم رہے۔ اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ آسمان میں راستے اور دروازے بن جائیں گے بلکہ تباہی و خرابی کی وجہ سے نظام سفلی وارضی کی طرح نظام علوی و سماوی کی بھی موجودہ شکل ختم ہو جائے گی۔<sup>۱۸</sup>

سورۃ الانفطار آیت ﴿إِنَّ الْأَبْزَارَ لَفِي نَعِيمٍ﴾<sup>۱۹</sup> کی تفسیر میں برو کی تشریح دیگر آیات قرآنیہ کی روشنی میں یوں کرتے ہیں: بر صرف صدق و تقویٰ کا نام نہیں بلکہ اس کی وضاحت قرآن مجید یوں کرتا ہے کہ ﴿لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالصَّرَاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾<sup>۲۰</sup> بر یعنی نیکی کا انحصار ایمان پر ہے اور بعد از ایمان نیکی ان مذکورہ اوصاف و اعمال کا نام ہے۔ جب یہ افعال و اوصاف جمع ہو جائیں تو یہی تقویٰ ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾<sup>۲۱</sup> تو محض انفاق کا نام بھی نیکی نہیں ہے بلکہ جیسا اپنے لئے پسند کرتے ہو اس طرح کا انفاق نیکی ہے۔<sup>۲۲</sup>

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ قرآن کی تفہیم و تشریح مطلق تدبر و تفکر فی القرآن سے ممکن ہی نہیں۔ انسانی عقل ناقص ہے اور مجرد عقل سے مفہیم آیات پر مطلع نہیں ہوا جاسکتا۔ قرآن مجید وحی ہے اور وحی کی توضیح و تفہیم کا راستہ وحی (سنت) ہی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ... الخ" <sup>۲۳</sup>

امام خطابیؒ (م ۳۸۸ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قوله "أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ" يحتمل وجهين من التأويل أحدهما أن يكون معناه أنه أوتي من الوحي الباطن غير المتلو مثل ما أعطي من الظاهر المتلو. ويحتمل أن يكون معناه أنه أوتي الكتاب وحيا يتلى وأوتي من البيان أي أذن له أن يبين ما في الكتاب ويعم ويخص وأن

یزید علیہ فیشرع ما لبس لہ فی الكتاب ذکر فیکون ذلک فی وجوب الحکم ولزوم العمل بہ  
کالظاهر المتلو من القرآن۔<sup>۲۴</sup>

اس قول رسول ﷺ کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ظاہر جو وحی متلو  
ہے کی مانند وحی باطن جو کہ وحی غیر متلو ہے بھی دی گئی اور اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کو وحی متلو یعنی کتاب اللہ دی گئی تو اس کا بیان ووضاحت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی  
دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کی وضاحت کرتے ہیں، احکام میں عام و خاص کی نشاندہی کرتے  
ہیں اور آیات کی مراد میں (مدلول پر) اضافہ کرتے ہیں اور جن امور کا ذکر کتاب اللہ میں نہیں انہیں بھی  
بیان فرماتے ہیں۔ لہذا اس پر عمل اور قبول کرنا، قرآن کی ظاہری آیات جن کی تلاوت کی جاتی ہے کی  
طرح ہی واجب اور لازم ہے۔

کتاب اللہ کی تفہیم و توضیح میں سنت کی شدید احتیاج کے پیش نظر آئمہ امت "القرآن احوج الی السنة  
من السنة الی القرآن" <sup>۲۵</sup> کے قائل ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ "السنة قاضية علی الكتاب"۔<sup>۲۶</sup>

چونکہ محمد عبدہ نے احادیث کو تفسیر قرآن کے لئے ایک مستقل اصول اور مصدر کے طور پر بالعموم اختیار  
نہیں کیا اس لئے انہوں نے تفسیر القرآن بالقرآن کی بنیاد پر جمہور مفسرین کے برعکس تشریح بھی کی ہے۔ مثلاً سورۃ  
النصر ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ  
وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾<sup>۲۷</sup> کی تفسیر محمد عبدہ یوں کرتے ہیں کہ سورۃ النصر میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کو مشکلات و مصائب پر متفکر و مضطرب ہونے کے گناہ سے استغفار کرنے کا حکم دیا اور خبر دی کہ جب آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و نصرت عطا کر دی جائے گی تو یہ مشکلات و مصائب بھی باقی نہ رہیں گے لہذا آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم کا کام اللہ کی حمد و ثناء بیان کرنا ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشکلات و مصائب پر پریشان ہونا اس لئے گناہ  
کے زمرے میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے اس اضطراب پر فکر مند ہوتے گویا کہ میں اس طرح  
گناہ کا مرتکب ہو رہا ہوں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ عام لوگوں کی سطح کی نیکیاں مقربین کی سطح کی برائیاں ہوتی ہیں۔ نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اضطرابی حالت اور پریشانی جس پر استغفار کی تعلیم دی گئی، کو محمد عبدہ درج ذیل آیات سے  
واضح کرتے ہیں:

﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضُ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا... الخ﴾<sup>۲۸</sup>

﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ... الخ﴾<sup>۲۹</sup>

﴿وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ...﴾ الخ ۳۰

﴿وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللَّهَ...﴾ الخ ۳۱، ۳۲

روایات و آثار سے ہٹ کر یہاں محمد عبدہ نے دیگر آیات قرآنیہ کی روشنی میں سورۃ النصر کی تفسیر میں غلطی کی ہے۔ روایات کے مطابق سورۃ النصر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و نصرت کی نوید اور فتح حاصل ہونے تک استغفار کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ یہ سورۃ فتح و نصرت الی عطا ہونے کے بعد نازل ہوئی۔ مکہ مکرمہ فتح ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت کی تکمیل ہو چکی ہے۔ مکہ مکرمہ جہاں سے کفار نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نکالا تھا فتح ہو گیا ہے اور لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب سے ملاقات کا وقت قریب آگیا ہے، جہاں رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہترین میزبانی اور بھلائیاں تیار کر رکھی ہیں۔ لہذا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے تحمید و تسبیح و استغفار میں مشغول ہو جائیں۔ ۳۳

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سورۃ کے نزول کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں سبحانک ربنا وبحمدک اللہم اغفر لی اور سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ ۳۴

پس مفسر اگر روایات و آثار سے بے اعتنائی برتتے ہوئے صرف اپنی فکری استعداد اور تدبر و ذکاوت پر اعتماد کرے تو وہ خطا کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث کی روشنی میں تفسیر قرآن افضل اور خطا سے محفوظ طریقہ ہے۔ ۳۵

### تفسیر القرآن بالسنة اور مفتی محمد عبدہ:

محمد عبدہ کے نزدیک احادیث کے قبول و رد کا معیار ان کی متواتر و آحاد میں تقسیم اور عقائد و احکام میں تفریق کی بنیاد پر ہے۔ وہ عقائد میں خبر واحد کی حجت کو تسلیم نہیں کرتے، ان کے نزدیک خبر آحاد ظن ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ظن کی اتباع کرنے پر تنبیہ فرمائی ہے ۳۶۔ لکھتے ہیں:

ليس من الجائز لنا أن نعتقد بشئ من ذلك ما لم يرد به خبر متواتر عن المعصوم صلى الله عليه وسلم ... فانه لا يجوز أن يدخل في عقائد الدين لعدم تواتر خبره عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا يجوز لنا الاخذ بالظن في عقيدة مثل هذه والاكتنا من الذين ان يتبعون الا الظن نعوذ بالله. ۳۷

ایسی بات پر یقین رکھنا جائز نہیں جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر متواتر نہ پہنچی ہو... دینی عقائد میں وہ باتیں داخل کرنا جائز نہیں جن کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر طور پر نہ پہنچی ہو اور نہ ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ عقیدہ میں ظن (گمان) سے دلیل پکڑیں ورنہ ہم ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ یہ لوگ تو صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں، ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

ایک اور مقام پر انہوں نے لکھا ہے:

والآحاد لا يؤخذ بها في باب العقائد. ۳۸

عقائد کے بارے میں آحاد سے کوئی دلیل نہیں لی جاتی۔

### خبر واحد کی حجیت اور اسلاف:

خبر واحد کا شریعت اسلام میں حجت ہونا ہر دور میں مسلم رہا ہے اور اس پر بحیثیت حجت شرعی صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، محدثین و فقہائے عظام اور علمائے اسلام کا اجماع و تعامل رہا ہے۔ صحیح بخاری، کتاب اخبار الآحاد میں مذکور آیات و احادیث خبر واحد کی حجیت پر سند ہیں۔ نقل احادیث سے قبل امام بخاری (م۔ ۲۵۶ھ) لکھتے ہیں:

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ﴾ [الأنبياء: ۹] وَيُسَمَّى الرَّجُلُ طَائِفَةً لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا﴾ [الحجرات: ۹] فَلَكَ اقْتَتَلَ رَجُلَانِ دَخَلَ فِي مَعْنَى الْآيَةِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ [الحجرات: ۶] وَكَيْفَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرًا وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ فَإِنْ سَهَا أَحَدٌ مِنْهُمْ رُدَّ إِلَى السُّنَّةِ. ۳۹

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہر گروہ میں سے کچھ لوگ نکلیں" [الآیہ، اور ایک شخص کے لئے بھی لفظ طائفہ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے سورۃ الحجرات کی آیت "اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں" اس آیت کے معنی میں دو مسلمان آدمی بھی داخل ہیں جو آپس میں لڑ پڑیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر تمہارے پاس فاسق آدمی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو"۔ اگر خبر واحد مقبول نہ ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کے بعد دوسرے شخص کو حاکم بنا کر کیوں بھیجتے تاکہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسرا اسے سنت کی طرف لوٹا دے۔



سورة التوبة کی مذکورہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے کہ فردِ واحد دینی علم حاصل کرنے کے بعد جب اہل علاقہ کو تعلیم دے گا تو اس ایک فرد سے دین سیکھنا ان کے لئے کافی ہوگا۔

نیز سورة الحجرات آیت ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ...﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر کی قبولیت کا انحصار تعدد پر نہیں مگر کے صادق یا کاذب ہونے پر ہوتا ہے۔

علامہ ابن حزم الاندلسی (م ۴۵۶ھ)، آیت ہذا سے خبرِ واحد کی حجت پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صارتا مقدمتين أنتجتا قبول خبر الواحد العادل دون الفاسق بضرورة البرهان.<sup>۴۰</sup>

درج بالا آیت سے دو نتائج نکلتے ہیں کہ عادل راوی کی خبرِ واحد کو قبول کیا جائے گا اور فاسق کی خبر کو نہیں کیونکہ اس کی خبر کی قبولیت میں دلیل کی ضرورت ہے۔

وہ صحابہ کرام جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دین سیکھنے آتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تلقین کرتے کہ وہ واپس جا کر اپنے قبیلہ اور علاقے والوں کو دین کی تعلیم دیں گے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ربیعہ کے افراد کو فرمایا: اخْفِظُوهُنَّ وَأَبْلِغُوهُنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ<sup>۴۱</sup> "دین کی ان تعلیمات کو یاد رکھو اور اپنے پیچھے والوں تک انہیں پہنچا دینا۔"

صحابہ کرام کا معمول تھا کہ وہ علمِ دین میں باہم ایک صحابی کی بیان کردہ روایت کو قبول کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحصیلِ علم کے لئے ایک انصاری صحابی سے باری مقرر کی ہوئی تھی۔ جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر حاضر ہوتے وہ انصاری صحابی حاضر ہوتے اور جس روز وہ انصاری صحابی مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک نہ ہوتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجلس میں موجود رہتے۔ اس طرح وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فرمان سنتے وہ ایک دوسرے کو بتا دیتے۔<sup>۴۲</sup>

امام شافعی (م ۲۰۴ھ) نے الحجة فی تثبیت خبر الواحد کے عنوان سے اس کے حجتِ شرعی ہونے پر طویل اور عمدہ کلام کیا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ نص یا اجماع کی رو سے خبرِ واحد کے ثبوت کے بارے میں بتائیے تو جواب میں امام شافعی نے یہ حدیث بیان کی:

نَصَّرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مَقَاتِلِي فَوَعَاها وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا فَرُبَّ حَامِلٍ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ "ثَلَاثٌ لَا يُغْلُ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ وَمُنَاصَحَةُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ فَإِنَّ الدَّعْوَةَ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ."<sup>۴۳</sup>

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوشحالی عطا کرے جس نے میری باتوں کو غور سے سنا، انہیں محفوظ کیا اور انہیں دوسروں تک پہنچایا... الخ۔

اس حدیث سے امام شافعیؒ یوں استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک شخص کو احادیث سننے، یاد کرنے اور آگے منتقل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس حکم سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرد واحد اس فریضہ کو بھی ادا کرے گا جب اسے یقین ہوگا کہ یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی منسوب ہے۔ لہذا حدیث کی قبولیت میں تعداد و رواۃ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نسبت ثابت ہونا اہم ہے۔ آپ ہی لکھتے ہیں:

فلما نَذَب رسول الله إلى استماع مقاتله وحفظها وأدائها امرأاً يؤديها والامرء واحد: دلّ على أنه لا يأمر أن يؤدى عنه إلا ما تقوم به الحجة على من أدى إليه؛ لأنه إنما يؤدى عنه حلال وحرام يُجْتَنَب وحد يُقَام ومال يُؤخذ ويعطى ونصيحة في دينٍ ودنيا. ۴۳

حجیتِ خبرِ واحد کے دلائل میں امام شافعیؒ مزید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے نویں سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ حج کے موقع پر مختلف قبائل اور شہروں سے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں حج کے مناسک کی ادائیگی کروائی۔ اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حجاج کرام کی طرف روانہ کیا جنہوں نے یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو حجاج کے اجتماع میں سورۃ التوبة کی آیات ۴۵ پڑھ کر سنائیں۔ سیدنا ابو بکر و سیدنا علی رضی اللہ عنہما اپنی دینی ثقافت، دیانت داری اور خوبیوں کے حوالے سے معروف تھے۔ حجاج میں سے اگر کوئی ان دونوں صحابہ سے ناواقف تھا تو بھی ان کی سچائی اور فضیلت کے بارے میں اسے دوسروں سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ سمجھتے کہ ایک شخص کی دی ہوئی خبر سے سننے والوں پر حجت پوری نہیں ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو اپنا پیغامبر بنا کر نہ بھیجتے اور اگر صحابہ کرام فرد واحد سے خبر کے عدم قبول کا عقیدہ رکھتے تو وہ ایک صحابی کی اقتدا میں حج کا فریضہ ادا کرتے اور نہ ہی ایک صحابی سے سورۃ التوبة کی آیات و رسول اللہ ﷺ کا پیغام قبول کرتے۔ ۴۴

سلسلہ دلائل کے بعد امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

وفي تثبيت خبر الواحد أحاديث يكفي بعض هذا منها. ولم يزل سبيل سلفنا والقرون بعدهم إلى من شاهدنا هذا السبيل. ۴۵

خبرِ واحد کو قبول کرنے کے ثبوت میں مزید احادیث بھی ہیں لیکن ان کا بیان کافی ہے۔ یہی وہ راستہ ہے

جس پر ہمارے اسلاف اور قرونِ مابعد کے لوگوں نے عمل کیا ہے۔  
پھر امام شافعیؒ نے خبرِ واحد کے حجت شرعی ہونے پر اجماعِ امت یوں نقل کیا ہے جس میں عقائد و احکام کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

أجمع المسلمون قديماً وحديثاً على تثبيت خبر الواحد والانتفاء إليه. ۴۸

اس سے واضح ہوتا ہے کہ خبرِ واحد کو حجت شرعی تسلیم نہ کرنا، گویا احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ امام شافعیؒ نے عدم قبولیت کا قول اختیار کرنے والوں کو اس حدیث کے حکم میں شامل کیا ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو انکارِ حدیث کی بیٹنگی اطلاع دی تھی۔

لَا الْفَيْئَ أَحَدَكُمْ مُتَكِنًا عَلَى أَرْبَعِيهِ يَأْتِيهِ أَمْرٌ مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَاهُ. ۴۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ اپنے پلنگ پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا ہو اور اس کے سامنے میرے احکام میں سے کوئی حکم پیش کیا جائے جس میں کسی بات پر عمل کرنے یا رکھنے کا حکم دیا گیا ہو تو وہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں اللہ کی کتاب میں ہمیں اس کے بارے میں کچھ نہیں ملا جس کی ہم پیروی کریں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م 463ھ)، امام شافعیؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ حدیث کے حجت ہونے کے لئے رواۃ کی کم سے کم تعداد کتنی مطلوب ہے تو انہوں نے جواب دیا: "خبر الواحد عن الواحد حتی ینتہی بہ إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم" ۵۰ یعنی واحد راوی کی واحد راوی سے خبر جبکہ اس کی سند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے تو اس سے حجت قائم ہو جاتی ہے۔

منکرینِ خبرِ واحد کا رد کرتے ہوئے، خطیب بغدادیؒ نے اس روش کو دین سے خروج اور جہالت کے مترادف قرار دیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ بات (خبرِ واحد سے حجت قائم نہ ہونا) درست مان لی جائے تو اس سے قطعی طور پر لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد تمام ائمہ مسلمین کی ان روایات کو جھٹلادیا جائے جو انہوں نے بالانفرادی وصول اور نقل کی ہیں۔ اور یہ کہا جائے کہ ان حضرات کے پاس اپنے صدق کی کیا دلیل ہے تو بلاشبہ یہ دین سے خروج اور جہالت ہے۔ ۵۱

علامہ ابن حزمؒ نے خبرِ واحد کی حجیت اور اس سے وجوبِ علم و عمل پر مدلل اور عالمانہ بحث پیش کرتے ہوئے علمائے اسلاف کے اتفاق کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

أن خبر الواحد العادل عن مثله إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوجب العلم والعمل معا وبهذا نقول.<sup>۵۲</sup>

ہم اس بات کے قائل ہیں کہ ایک عادل شخص کی خبر جو وہ اپنے جیسے عادل راوی سے بیان کرے اور سلسلہ سند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو تو یہ خبر علم کا فائدہ دیتی ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

الحاصل، قرآن و سنت کے دلائل اور صحابہ و تابعین کے تعامل کی بناء پر علمائے اسلاف کا اس پر اجماع ہے کہ خبر واحد حجت شرعی ہے۔ یہ علم و عمل کی موجب ہے اور اس کی قبولیت و ثبوت کے لیے عقائد و احکام کے مابین کوئی تخصیص نہیں پائی جاتی۔

### کیا خبر واحد ظن ہے؟:

"خبر الواحد الثقة المسند اصل من اصول الدين" <sup>۵۳</sup> کے مطابق خبر واحد کا شرعی حجت ہونا ثابت شدہ ہے۔ چونکہ اولہ شرعیہ سے حاصل ہونے والا علم، ظن نہیں ہوتا اسی لئے ائمہ سلف کے ہاں خبر واحد موجب علم و عمل ہے۔ علم حدیث میں اصطلاح "ظنی، نظری" عام معنوں میں مستعمل ظن یعنی وہم، گمان، اندازہ و تخمین نہیں ہے۔ چنانچہ آیات ﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ﴾ <sup>۵۴</sup> اور ﴿إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ﴾ <sup>۵۵</sup> میں مذکور لفظ ظن، علم حدیث کی اس اصطلاح سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ جیسا کہ علامہ ابن حزمؒ ان آیات کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

وقد صح أن الله تعالى افترض علينا العمل بخبر الواحد الثقة عن مثله مبلغا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وأن نقول أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بكذا وقال عليه السلام كذا وفعل عليه السلام كذا وحرّم القول في دينه بالظن وحرّم تعالى أن نقول عليه إلا يعلم ... [الظن] هو الباطل الذي لا يغني من الحق شيئا والذي هو غير الهدى الذي جاءنا من عند الله تعالى وهذا هو الكذب والإفك والباطل الذي لا يحل القول به والذي حرم الله تعالى علينا أن نقول به وبالتخصر المحرم فصح يقينا أن الخبر المذكور حق مقطوع على غيبه موجب للعلم والعمل ... وأنه مع ذلك ظن لا يقطع بصحة غيبه ولا يوجب العلم ... وكل ظن يتيقن فليس علما أصلا لا ظاهرا ولا باطنا بل هو ضلال وشك وظن محرم القول به في دين الله.<sup>۵۶</sup>

یعنی ظن سے مراد ضلال، شک، کذب، آفک اور باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کذب، تخمین و اندازے اور

باطل سے دین میں کلام کرنا حرام قرار دیا ہے۔ جبکہ ثقہ راوی سے منقول خبر واحد قطعی حق ہے۔ اس سے بتایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یہ حکم دیا۔ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا مسلمانوں پر فرض ہے، اس لئے خبر واحد سے علم و عمل دونوں واجب ہوتے ہیں جبکہ ظن علم نہیں گراہی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر علم و فن میں مخصوص الفاظ، مخصوص اصطلاحی معنی کے حامل ہوتے ہیں اور ان اصطلاحی معنوں کا اطلاق کسی اور طرح کرنا درست نہیں ہوتا جیسا کہ علم الصرف ایک علم کا اصطلاحی نام ہے۔ جس میں حروف و اعراب کی تبدیلی سے معنی کی تبدیلی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ آیت ﴿انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ﴾<sup>۵۷</sup> کا یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ دیکھو، ہم اپنی کتاب میں کس طرح حروف و اعراب کی ہیر پھیر کرتے ہیں جیسا کہ تم علم الصرف میں دیکھتے ہو۔ ایسا کہنے والے کو سفیہ العقل ہی کہا جائے گا۔ اسی طرح لفظ Case کیس، ہمارے زمانے میں مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حضرات لفظ کیس مرض و مریض کی تشخیص و علاج کے لئے بولتے ہیں۔ پولیس کا محکمہ مجرم کی شناخت، گرفتاری اور جرائم کی تحقیق کے لئے، عدالت و وکلاء مقدمات و تنازعات کا فیصلہ کرنے اور انتظامی محکموں میں افسران کی ترقی، جائزہ کارکردگی، ریٹائرمنٹ اور چھٹی کی منظوری وغیرہ کے لئے لفظ کیس استعمال ہوتا ہے۔

ائمہ محدثین کے ہاں خبر واحد، دین میں قطعی و یقینی علم کا ذریعہ ہے اور علم نظری یا ظنی ان کی اصطلاح میں علم کی درجہ بندی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) تصریح کرتے ہیں کہ وہ اخبار آحاد قطعی علم کا فائدہ دیتی ہیں:

- جو صحیحین میں مذکور ہوں۔
- جو متعدد طرق سے منقول ہوں۔
- جنہیں ثقہ ائمہ حدیث نے روایت کیا ہو جیسا کہ امام مالک<sup>۵۸</sup> و شافعی<sup>۵۹</sup> و احمد بن حنبل<sup>۶۰</sup> وغیرہم ان رواۃ کی جلالتِ قدر کے سبب۔
- جن اخبار آحاد کی صحت پر اجماع ہو چکا ہو۔<sup>۵۸</sup>

حافظ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ)، خبر واحد کا موجب علم و عمل ہونے پر اجماع امت بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ متاخرین متکلمین میں سے ایک قلیل گروہ نے اس بات سے انکار کیا ہے<sup>۵۹</sup>۔ اسی طرح علامہ ابن قیم (م ۷۵۱ھ) نے بیان کیا ہے کہ علما کے نزدیک صحیحین کی اخبار آحاد علم یقینی کا حاصل ہیں<sup>۶۰</sup>۔ حافظ ابن قیم مزید لکھتے ہیں کہ "خبر الواحد اذا تلقته الامۃ بالقبول يوجب العلم والعمل"۔ آپ نے ائمہ اسلاف کا اتفاق اور اقوال ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ خبر واحد سے افادہ علم کا انکار معتزلہ اور قدریہ کی اختراع ہے۔<sup>۶۱</sup>

امام شوکانی (م ۱۲۵۵ھ) نے خبرِ واحد سے علمِ یقینی کے حصول پر دلائل اور اجماع نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

ولا نزاع في أن خبر الواحد إذا وقع الإجماع على العمل بمقتضاه فإنه يفيد العلم لأن الإجماع عليه قد صيره من المعلوم صدقه وهكذا خبر الواحد إذا تلقته الأمة بالقبول.<sup>۶۲</sup>

اس میں کوئی نزاع ہی نہیں کہ جب خبرِ واحد پر عمل میں اجماع واقع ہو گیا تو خبرِ واحد علمِ کافائدہ دیتی ہے کیونکہ اجماع سے اس کا صدق معلوم ہو گیا اور اس طرح وہ اخبارِ آحاد جنہیں امت میں تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو وہ بھی علمِ یقینی کافائدہ دیتی ہیں۔

### عقائد و احکام میں تفریق باطل ہے:

اسلاف کے نزدیک احادیث کی عقائد میں عدم قبولیت اور احکام میں قبولیت کی تقسیم کی کوئی اصل اور دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جس طرح احکام، وضو، طریقہ صلوٰۃ و حج، زکوٰۃ، وراثت و حدود وغیرہ کی احادیث مروی ہیں اسی طرح عقائد، صفاتِ باری تعالیٰ، آخرت و احوالِ قیامت وغیرہ کی احادیث مروی ہیں۔

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

... ولم يفرق هو ولا أحد من أهل الحديث البتة بين أحاديث الأحكام وأحاديث الصفات ولا يعرف هذا الفرق عن أحد من الصحابة ولا عن أحد من التابعين ولا من تابعهم ولا عن أحد من أئمة الإسلام وإنما يعرف عن رؤوس أهل البدع ومن تبعهم.<sup>۶۳</sup>

... نہ ہی انہوں نے امام شافعیؒ نے اور نہ اہل حدیث نے، احادیثِ احکام اور احادیثِ صفات میں فرق کیا ہے۔ نہ ہی صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اسلام نے ایسا فرق کیا ہے۔ یہ فرق اہل بدعت اور ان کے پیروکاروں کی اختراع ہے۔

مزید، عقائد و احکام کی اس تقسیم پر نقد کرتے ہوئے ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ اگر خبرِ واحد سے ظن حاصل ہوتا ہے تو اس سے احکام کا اثبات بھی ایسا ہی ممنوع ہونا چاہیے جیسا کہ اسما و صفات کا اثبات منع ہے۔ دین، عقائد و احکام کا مجموعہ ہے اور دین میں ایسی تفریق اجماع امت کی رو سے باطل ہے۔<sup>۶۴</sup>

اس سلسلہ میں نقلی و عقلی دلائل پیش کرتے ہوئے حافظ ابن قیمؒ نے نہایت دقیق نکتہ بیان کیا ہے کہ اگر خبرِ واحد کو عقائد میں حجت تسلیم نہ کیا جائے تو اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغِ دین پر عیب لازم آتا ہے جو کہ یقیناً بہت بڑا جرم اور گناہ ہے۔

چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں: صفاتِ باری تعالیٰ، مسائلِ قدر و رؤیت، شفاعت، حوض، اہل اسلام گناہ گاروں کے جہنم سے اخراج، جنت و جہنم کی صفات، ترغیب و ترہیب، وعدہ و وعید، فضائلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم اور اخبارِ انبیاء علیہم السلام وغیرہم میں، احادیثِ آحاد کی روایت پر متقدمین و متاخرین کا اجماع ہے۔ یہ تمام امور علمی ہیں، عملی نہیں ہیں۔ ان امور کے بارے میں سامع کو روایات سے ہی علم حاصل ہوتا ہے۔ پس اگر ہم یہ کہیں کہ ان میں خبرِ واحد علمِ کافندہ نہیں دیتی تو اس سے ہم خود پر ایسی بات کا بوجھ اٹھا رہے ہیں کہ نعوذ باللہ ان اخبارِ آحاد کو نقل کرنے سے امت خطا کا ارتکاب کرتی رہی ہے اور علما ایسے کام میں مشغول رہے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ لہذا وہ ایسی کتب مدون کرتے رہے ہیں جن کی طرف رجوع اور اعتماد کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر خبرِ واحد قبول نہ کرنے کا قول اس سے بھی زیادہ بڑا بار ہو گا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرداً فرداً منتقل کیا۔ ہر صحابی نے دین امت کو سکھایا۔ اگر راوی کی روایت اس لئے قبول کرنا درست نہیں ہے کہ وہ واحد راوی ہے تو یہ عیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتا ہے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی واحد شخص تھے جنہوں نے تعلیم دین کا فرض منصبی ادا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صحابی کو بالائے فرد دین سکھانے کے بعد اسے آگے منتقل کرنے کا حکم دے کر نعوذ باللہ غلطی کی) ہم ایسے قبیح اعتقاد اور قول سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔<sup>۶۵</sup>

### محمد عبدہ اور خبر متواتر:

محمد عبدہ کے اسلوبِ تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیات کی تشریح میں احادیث کی طرف رجوع کو بالعموم ثانوی حیثیت دیتے ہیں۔ جبکہ اولین ترجیح ذاتی فہم و منشا کو حاصل ہے۔ احادیثِ آحاد کو عقائد میں قبول نہ کرنے کے ساتھ وہ واضح کرتے ہیں کہ جن امورِ دینیہ کی خبر احادیث متواتر سے ثابت ہو انہیں قبول کیا جائے گا۔ لیکن ان کی تفسیر کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ اپنے اس قول پر بھی قائم نہیں ہیں۔ جو دینی تعلیمات ان کی عقل کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتیں وہ ان کا صریحاً انکار اور تاویل کرتے ہیں، خواہ اس پر خبر متواتر موجود ہو۔ اس طرزِ تفسیر کی مثال قربِ قیامت میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا انکار ہے۔ محمد عبدہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور وہ روایات جن میں آپ علیہ السلام کے نزول کی خبر ہے، آحاد ہیں جنہیں تسلیم کرنا درست نہیں ہے۔<sup>۶۶</sup>

جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے قبل آخری زمانے میں نزول خبر متواتر سے ثابت ہے۔ اس بارے میں کثیر احادیث موجود ہیں۔<sup>۶۷</sup>

جامع ترمذی میں ابواب الفتن باب ماجاء فی قتل عیسیٰ ابن مریم الدجال میں حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کرنے کے بعد مذکور ہے کہ اس باب میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کیسان رضی اللہ عنہ، عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ، جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، ابو امامہ رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ، عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث مروی ہیں۔<sup>۶۸</sup>

یوں محمد عبدالہ نے خبر متواتر سے بھی صرف نظر کیا ہے۔

محمد عبدالہ خبر متواتر کی بھی لفظی و معنوی میں تقسیم کرتے ہوئے خبر متواتر معنوی کو مصدر تفسیر تسلیم نہ کرتے ہوئے ذاتی پیمانہ عقل پر آیات کی تفسیر کرتے ہیں جیسا کہ آیت ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكُوثَرَ﴾ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس سورۃ میں کفار مکہ کے طغ و طعن کے جواب میں اللہ کی طرف سے قوت و عزت عطا کرنے کی نوید دی گئی ہے۔ لہذا سیاق سورۃ میں کوئی وجہ نہیں ہے کہ جس سے حوض کوثر مراد لیا جائے۔ نیز قریش کے طعنوں کے جواب میں مسلمانوں کو قوت و شوکت کی خیر کثیر دینے کا مصداق حوض کوثر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس بات پر اعتقاد کہ کوثر، جنت کی ایک نہر ہے خبر متواتر پر موقوف ہے۔ ایک جماعت کی رائے میں یہ اخبار متواتر ہیں لیکن (ہمارے نزدیک) یہ تواتر معنوی ہے۔ قرآن مجید کی طرح تواتر (لفظی) نہیں ہے۔ جس طرح قرآن مجید سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی اور ایام مدینہ کا علم حاصل ہوتا ہے اس طرح غیبی امور کی قبیل سے اس نہر کی موجودگی کا علم جو کہ یقین پر موقوف ہے، حاصل نہیں ہوتا۔<sup>۶۹</sup>

لیکن محمد عبدالہ کی اس تشریح کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ ﴿الْكَوْثَرَ﴾ سے حوض کوثر مراد ہونا صحیح بخاری میں مذکور احادیث سے ثابت ہے۔<sup>۷۰</sup>

ائمہ اسلاف کے نزدیک قرآن کی تشریح کا مبارک فریضہ سرانجام دینے کے لئے احادیث کی طرف رجوع کرنا لازمی ہے کیونکہ صحیح احادیث خواہ آحاد ہوں یا متواتر، قرآن کی مفسر و مبین ہیں۔ لیکن محمد عبدالہ نے علمائے سلف کے اس متفقہ تفسیری اصول "إذا عرف التفسير من جهة النبي صلى الله عليه وسلم فلا حاجة الى قول من بعده"<sup>۷۱</sup> کے برعکس احادیث پر ذاتی فہم و عقل کو مقدم رکھا ہے۔ اس طرح وہ جمہور مفسرین سے الگ راہ تفرید پر قائم نظر آتے ہیں۔



## حواشی و حوالہ جات

- ۱- النحل ۱۶: ۴۴
- ۲- آل عمران ۳: ۱۶۴
- ۳- الانعام ۶: ۸۲
- ۴- لقمان ۳۱: ۱۳
- ۵- البخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، دار السلام للنشر والتوزیع، الرياض، الطبعة الثانية، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء، کتاب التفسیر، سورة لقمان، باب لا تشرك بالله...، رقم الحديث: ۴۷۷۶، ص: ۸۳۹
- ۶- الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ)، الجامع، دار السلام للنشر والتوزیع، الرياض، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء، ابواب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ومن سورة اذ از لزلت الارض، رقم الحديث: ۳۳۵۳، ص: ۹۹۷
- ۷- الزلزلا ۹۹: ۴
- ۸- النساء ۴: ۳
- ۹- النساء ۴: ۲۳
- ۱۰- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب لا تنكح المرأة على عمتها، رقم الحديث: ۵۱۰۹، ص: ۹۱۴
- ۱۱- النساء ۴: ۱۲۶
- ۱۲- مجلۃ المنار میں شائع ہونے والی یہ تفسیر، تفسیر القرآن الحکیم کے نام سے طبع ہوئی اور تفسیر المنار کے نام سے معروف ہے۔ محمد عبدہ نے اپنی وفات سے تقریباً دو سال قبل جزء عم کی تفسیر از خود تحریر کی تھی جو تفسیر القرآن الکریم جزء عم کے نام سے طبع ہوئی ہے۔
- ۱۳- دیکھئے: محمد عبدہ و رشید رضا، تفسیر القرآن الحکیم المشہور بتفسیر المنار، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، الطبعة الثانية، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء، ۱/ ۲۲- ۲۶
- ۱۴- النباء ۸: ۱۹
- ۱۵- الانشقاق ۸۴: ۱
- ۱۶- الانفطار ۸۲: ۱
- ۱۷- الفرقان ۲۵: ۲۵
- ۱۸- محمد عبدہ (م ۱۳۲۳ھ)، تفسیر القرآن الکریم (تفسیر جزء عم)، مطبعة مصر شرکۃ ساہمۃ مصریۃ، الطبعة الثابۃ، ۱۳۴۱ھ، ص: ۵
- ۱۹- الانفطار ۸۲: ۱۳
- ۲۰- البقرة ۲: ۱۷۷
- ۲۱- آل عمران ۳: ۹۲
- ۲۲- تفسیر جزء عم، ص: ۳۷
- ۲۳- ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی (م ۲۷۵ھ)، السنن، دار السلام للنشر والتوزیع، الرياض، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم الحديث: ۴۶۰۴، ص: ۹۱۲
- ۲۴- الخطابی، ابو سلیمان حمد بن محمد (م ۳۸۸ھ)، معالم السنن، مطبعة العلمیۃ حلب، الطبعة الاولى، ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء، ۴/ ۲۹۸
- ۲۵- خطیب بغدادی، احمد بن علی (م ۴۶۳ھ)، الکفایۃ فی علم الروایۃ، دائرة المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد، اندیا، ۱۳۵۷ھ، ص: ۱۴
- القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد (م ۶۷۱ھ)، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۸ھ، ۱/ ۶۷

۲۶- الدارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن (م ۲۵۵ھ)، السنن، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی، س-ن، باب السنۃ قاضیہ علی کتاب اللہ، ۱۵۳/۱؛ الکافیۃ فی علم الروایۃ، ص: ۱۳؛ الجامع لاحکام القرآن، ۶/۱؛ نیز دیکھئے: ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم (م ۷۲۸ھ)، مقدمۃ فی اصول التفسیر، مطبعۃ الشرقیہ بد مشق، الطبعة الاولى، ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء، ص: ۲۴-۲۹؛ السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر (م ۹۱۱ھ)، الاتقان فی علوم القرآن، دار الغد الجدید القاہرۃ، الطبعة الاولى، ۱۳۲۷ھ/

۲۰۰۶ء، ۴/ ۱۵۸-۱۶۲

۲۷- النصر، ۱۱۰: ۱-۳

۲۸- ہودا: ۱۲

۲۹- الانعام: ۶: ۳۳

۳۰- الانعام: ۶: ۳۵

۳۱- البقرة: ۲: ۲۱۳

۳۲- تفسیر جزء عم، ص: ۱۷۱

۳۳- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب سورۃ اذا جاء نصر اللہ، رقم الحدیث: ۴۹۶۷-۴۹۷۰، ص: ۸۹۰-۸۹۱؛ الترمذی، الجامع، ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ الفتح، رقم الحدیث: ۳۳۶۲، ص: ۹۹۹؛ الطبری، محمد بن جریر (م ۳۱۰ھ)، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، مرکز البحوث والدراسات العربیۃ والاسلامیۃ، القاہرۃ، الطبعة الاولى، ۱۳۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء، ۴/ ۷۵-۷۱۳؛

الاتقان فی علوم القرآن، ۲۳۹/۴

۳۴- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب سورۃ اذا جاء نصر اللہ، رقم الحدیث: ۴۹۶۷، ۴۹۶۸، ص: ۸۹۰، ۸۹۱  
۳۵- محمد عبدہ کے طرز تفسیر میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے فہم کی بناء پر حسب منشاء تفسیر کی مثالوں کے لئے ملاحظہ کیجئے: تفسیر جزء عم، ص: ۱۴۰، ۱۴۶-۱۴۷، ۱۸۳؛ تفسیر المنار، ۱/ ۳۷۷-۳۷۸؛ ۵/ ۹۳-۹۲

۳۶- ﴿إِنْ يَنْتَهِوْنَ إِلَّا الظَّنَّ﴾ [النجم ۵۳: ۲۳] ﴿إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ﴾ [الانعام ۶: ۱۴۸]

۳۷- تفسیر جزء عم، ص: ۱۳۲

۳۸- ایضاً، ص: ۱۸۲

۳۹- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اخبار الآحاد، باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد....، ص: ۱۲۷

۴۰- ابن حزم اللندلی، علی بن احمد (م ۴۵۶ھ)، الاحکام فی اصول الاحکام، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء، ۱/ ۱۱۹

۴۱- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اخبار الآحاد، باب وصاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وفود العرب ان یبلغو من وراء ہم، رقم الحدیث:

۲۶۶، ص: ۱۲۵۰؛ نیز دیکھئے، باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد، رقم الحدیث: ۷۲۴، ص: ۱۲۸

۴۲- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اخبار الآحاد، باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد....، رقم الحدیث: ۷۲۵۶، ص: ۱۲۹

۴۳- الترمذی، الجامع، ابواب العلم، باب ماجاء فی البحث علی تبلیغ السماع، رقم الحدیث: ۲۶۵۸، ص: ۹۲

۴۴- الشافعی، محمد بن ادریس (م ۲۰۴ھ)، الرسالۃ، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبي بمصر، الطبعة الاولى، ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء، ص: ۴۰۲-۴۰۳

۴۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۃ التوبۃ کی ابتدائی تیس یا چالیس آیات مجمع عام میں پڑھیں اور ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لئے نہیں آئے گا، نہ کوئی عریاں حالت میں بیت اللہ کا طواف

کرے گا، جنت میں مومن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا اور جن کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ ہے اس کی مدت آج سے چار ماہ ہے۔ تفصیل اور روایات کے لئے رجوع کیجئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۱/ ۳۰۴-۳۰۹؛ الرازی، فخر الدین محمد بن عمر (م ۶۰۴ھ)، مفتاح الغیب، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة الاولى، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء، ۱۵/ ۲۲۶-۲۲۷؛ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر (م ۷۷۴ھ)، تفسیر القرآن العظیم، دار ابن حزم للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة الاولى، ۱۴۲۰ھ/ ۲۰۰۰ء، ص: ۸۵۹-۸۶۲

۴۶- الرسالة، ص: ۴۱۴-۴۱۵؛ النسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب (م ۳۰۳ھ)، السنن، دار السلام للنشر والتوزيع الرياض، ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء، کتاب مناسک الحج، باب الخطبة قبل يوم التروية، رقم الحديث: ۲۹۹۶، ص: ۵۷۷

۴۷- الرسالة، ص: ۴۵۳

۴۸- ایضاً، ص: ۴۵۷

۴۹- الترمذی، الجامع، ابواب العلم، باب ما نهي عنه إن يقال...، رقم الحديث: ۲۶۶۳، ص: ۷۹۴

۵۰- الكفاية في علم الرواية، ص: ۲۳-۲۴

۵۱- ایضاً، ص: ۱۹

۵۲- الاحکام فی اصول الاحکام، ۱/ ۱۱۹

۵۳- ایضاً، ۱/ ۱۱۷

۵۴- التجم، ۵۳: ۲۳

۵۵- الانعام، ۶: ۱۴۸

۵۶- الاحکام فی اصول الاحکام، ۱/ ۱۲۵-۱۲۶، ۱۲۸

۵۷- الانعام، ۶: ۶۵

۵۸- ماخوذ، تفصیل کے لئے دیکھئے، ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی (م ۸۵۲ھ)، نزہ النظر فی توضیح نخبہ الفکر، مکتبہ ابن عباس للنشر والتوزيع المنصورة، جمهورية مصر العربية، سن، ص: ۸۹-۹۵

۵۹- مقدمہ فی اصول التفسیر، ص: ۱۷

۶۰- ابن قیم، محمد بن ابو بکر (م ۷۵۱ھ)، مختصر الصواعق المرسلة علی الحمیة والمعلنة، مکتبہ اضواء السلف الرياض، الطبعة الاولى، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء، ۴/ ۱۵۰۱-۱۵۰۲

۶۱- مختصر الصواعق المرسلة علی الحمیة والمعلنة، ۴/ ۱۵۵۷-۱۵۵۸، اقوال سلف کے لئے ملاحظہ کیجئے، ۴/ ۱۳۷۲-۱۳۸۰

۶۲- الشوکانی، محمد بن علی (م ۱۲۵۵ھ)، ارشاد القول الی تحقیق الحق من علم الاصول، دار الفضيلة للنشر والتوزيع الرياض، الطبعة الاولى، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء، ص: ۲۵۵

۶۳- مختصر الصواعق المرسلة علی الحمیة والمعلنة، ۴/ ۱۶۱۳؛ نیز دیکھئے، ۴/ ۱۵۷۰-۱۵۷۱

۶۴- ایضاً، ۴/ ۱۵۷۰

۶۵- ایضاً، ۴/ ۱۵۵۹-۱۵۶۰

۶۶۔ تفسیر المنار، ۳/ ۲۶۱

۶۷۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام، رقم الحدیث: ۳۴۴۸، ص: ۵۸۱؛ مزید احادیث کے لئے رجوع کیجئے، مسلم بن الحجاج (م ۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح، دار السلام للنشر والتوزیع، الرياض، الطبعة الثانية، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء، کتاب الایمان، باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام....، رقم الحدیث: ۳۸۹-۳۹۵، ص: ۷۷-۷۸؛ کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال، رقم الحدیث: ۷۳۸۱، ص: ۱۲۷۴؛ الترمذی، الجامع، ابواب الفتن، باب ماجاء فی نزول عیسیٰ علیہ السلام، رقم الحدیث: ۲۳۳۳، ص: ۶۷۴؛ باب ماجاء فی فتنة الدجال، رقم الحدیث: ۲۲۴۰، ص: ۶۷۶-۶۷۷؛ ابو داؤد، السنن، کتاب الملحکم، باب امارات الساعة، رقم الحدیث: ۴۳۱۱، ص: ۸۵۱؛ کتاب الملحکم، باب خروج الدجال، رقم الحدیث: ۴۳۲۴، ص: ۸۵۳

۶۸۔ الترمذی، الجامع، رقم الحدیث: ۲۲۴۴، ص: ۶۷۸؛ محقق نے جامع ترمذی میں ان تمام صحابہ کرام کی مرویات کی تخریج بھی پیش کر دی ہے۔ ملاحظہ کیجئے، ص: ۶۷۹

۶۹۔ تفسیر جزء عم، ص: ۱۶۵-۱۶۷

۷۰۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، رقم الحدیث: ۶۵۷۸، ۶۵۸۰، ۶۵۷۹، ص: ۱۱۳۸

۷۱۔ خالد بن عثمان السبوت، قواعد التفسیر، دار ابن عفان للنشر والتوزیع، ۱۴۲۱ھ، ۱/ ۱۴۹